بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا کی قومی وعالمی مقبولیت

اللہ تعالی کے کچھ ایسے نیک بندے بھی ہیں، کہ جن کے لیے قدرتی طور پر ہماری زبانوں سے رحمۃ اللہ تعالی علیہ یارضی اللہ تعالی عنہ جیسے مبارک الفاظ نکلتے، اور دل خود بخود ان کی طرف کھنچنے لگتے ہیں، دلوں کی یہ کشش محبوبیتِ الٰہی کے باعث ہے۔ کئی بزرگوں کو ہم نے دیکھا تک نہیں، مگر ہمارے دلوں میں ان کی انتہائی محبت وعقیدت ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ "مسلم شریف" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ إِذَا أَحبَّ عَبْدًا دعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ» "جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت فرماتا ہے، تو حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ میں فُلاں سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو!" رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ» "جبریل اس محبت کرنے لگتے ہیں، اور آسمانوں میں اعلان کر دیتے ہیں، کہ اللہ تعالی فُلاں سے محبت کرتا ہے، تم سب بھی اس سے محبت کرو! چنانچہ تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: «ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ»[1] "پھر زمین میں اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے" یعنی اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل اس بندے کی طرف مائل ہوجاتے ہیں، گویا اس کی ذات مخلوق کے قلوب کے لیے مقناطیس کی طرح ہو جاتی ہے، ایسی ہی ایک عظیم ہستی ماضی قریب میں گزری، جسے دنیا سردارِ عرب وعجم، مجدّدِ وقت، امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

امام کی قومی مقبولیت

امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ کی قومی مقبولیت کا عالَم تو یہ ہے، کہ برِ صغیر پاک وہند میں اہلِ اسلام کی واضح اکثریت، سنّی مسلمان کی پہچان ہی امام کی ذات اور ان کے شہر بریلی سے ہے، اور یہاں یہ بات واضح مسلّمات سے ہے کہ اہلِ سنّت وہی ہیں، جو امام احمد رضا کے مسلک پر ہیں، لوگ انہیں بریلوی کہتے ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ومسلک ہے، جسے دنیائے عرب میں تصوّف یاصوفی ازم کہا جاتا ہے۔

امام کی عالمی مقبولیت

جبکہ امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ کی عالمی شہرت ومقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ آج پوری دنیا میں کہیں بھی، کسی بھی سطح پر، جب برصغیر کے مسلمانوں کے بارے میں کوئی موضوع چھڑتا ہے، تو عرب وعجم اور اہلِ مغرب میں سے ہر ایک، یہ واضح فرق کرتا بھی ہے اور جانتا مانتا بھی ہے، کہ آخر کونسا مسلمان؟ بریلوی (اہلِ تصوّف، Peaceful) یا کوئی اور؟! اس سے واضح تفریق سے پتا چلتا ہے کہ دنیا بھر کے اہلِ نظر امام اہلِ سنّت اور ان کے ہم مسلک مسلمانوں کے بارے میں کیا افکار رکھتے ہیں!!

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة، بَابُ إِذَا أَحَبَّ اللهُ عَبْدًا ...إلخ، ر: ۲٦۳۷، صـ۱۱٤۸.

یہ وہ باتیں ہیں جو حقیقت وبداہت پر مبنی ہیں، ان کے ثبوت کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف حالاتِ حاضرہ پر ایک طائرانہ نظر ہی کافی ووافی ہے، یقین نہ آئے تو تجربہ کرلیجیے!!

امّت کو ہر دَور میں مجدِّد کی ضرورت ہوتی ہے

ہمیشہ سے سنّتِ الٰہی رہی کہ وہ اپنے بندوں کی رُشد وہدایت، درسِ توحید اور تعلیمِ عبادات کے لیے مناسب موقع پر کچھ نُفوسِ قُدسیہ کو منصبِ نبوّت ورسالت کے ساتھ بھیجتا رہا، جنہیں دنیا رسول اور پیغمبر کے نام سے جانتی مانتی ہے۔ ربِ ذوالجلال نے ان نُفوسِ قُدسیہ کو جہاں ناقابلِ تسخیر اور محیّر العقول معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا، وہیں اس عہد کے حیرت انگیز اِعجاز نما علوم وفنون میں بھی، وہ کمال بخشا جسے دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی۔

نبوّت ورسالت کا یہ سلسلہ جب مصطفی جانِ رحمت ﷺ تک پہنچ کر مکمل ہوا، تو ربِ کریم نے امّتِ مصطفیٰ ﷺ کی رَہنمائی علمائے ربّانیّین کے سپرد فرمادی۔ انہیں علمائے دین میں سے کچھ نُفوسِ قدسیہ کو باری تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا فرمائی، اور حدیثِ پاک میں ان کے متعلق ارشاد ہوا: «مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا»[1] "جو اُمّت کے لیے اس کے دین کو تازہ کردیا کرے گا"، جسے اصطلاحِ شرع میں مجدِّد کے معظّم لقب سے جانا جاتا ہے۔ یہ مجدِّدینِ کرام چونکہ تجدید واِحیائے دین علیٰ منہاج النبوّۃ فرماتے ہیں، اس لیے ان حضرات کو بھی ربِ کریم ناقابلِ تسخیر علوم وفنون میں، ایسا باکمال بناکر بھیجتا ہے، کہ وہ اپنی صدی کے پیش آمدہ تمام تر مسائل کی اُلجھی گتھیوں کو سُلجھا کر رکھ دیتے ہیں، جبکہ اس صدی کی بڑی بڑی عبقری شخصیات بھی محوِ حیرت ہوتی ہیں۔

یعنی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجدِّد ایسا شخص ہوگا جو جملہ مروّجہ علوم وفنون پر کامل دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ، عصری علوم کا بھی ماہر ہو، جسے سائنس (SCIENCE)، الیکٹرانک (ELECTRONIC)، ہیئت وہندسہ، خلا وبسیط، فلکیات وارضیات وغیرہ پر بھی ویسا ہی ملکۂ راسخہ ہو، جیسا دِینیات کے اصول وفُروع اور نئے مسائل کے استنباط پر مہارتِ تامّہ ہوتی ہے؛ تاکہ وہ سمتِ قبلہ کے انحراف کے تعلق سے بجائے شمال کے جنوب، یا بجائے جنوب کے شمال نہ بتادیا کرے، تصویر کو عکس یا عکس کو تصویر سمجھ کر یکساں حکم نافذ نہ کردے، قیاسِ فقہی اور قیاسِ لُغوی کو ایک ہی نہ سمجھ لیا کرے، نوادرات کو مبنائے قیاس نہ ٹھہرادے، اور چاند پر پہنچے ہوئے مسافر کے مشاہدہ پر رؤیتِ ہلال کا حکم نافذ نہ کردے، وغیرہ وغیرہ۔

الغرض مجدِّد وہ ہوگا، جسے اپنے دَور کی تمام ایجادات کے بارے میں بھرپور معلومات ہو، اور وہ اصولِ شرع کے مطابق ان کا ایسا واضح حکم بیان کرسکے جس میں کچھ شک وشبہ باقی نہ رہے[2]۔

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الملاحم، بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي قَرْنِ الْمِئَةِ، ر: ٤٢٩١، صـ٦٠٢.

(۲) "تحقیقاتِ امامِ علم وفن" "مجدِّدِ اعظم"، ص۴۴۴-۴۴۹ ملتقطاً۔

چودھویں صدی کے عظیم مجدِّد امام احمد رضا

یقینًا امام احمد رضا قدّس سرّہٗ جو اپنے زمانے کے مجدّدِ اعظم ہیں، آپ کی ہمہ گیر شخصیت ہر زاویہ سے بے نظیر و بے مثال ہے۔ ہیئت، ہندسہ، توقیت و مساحت، جبر و مقابلہ، مثلّثِ کروی، مثلّثِ مسطح غرض کہ اپنی صدی کے جملہ علوم و فنون میں وہ نہ صرف یکتائے روزگار، بلکہ فقید المثال نظر آتے ہیں۔ امریکی منجم نے جب تمام سیارگان کے اجتماع کی بنیاد پر قیامت کی پیش گوئی کی، تو اسی بطلِ جلیل امام احمد رضا نے "علمِ ہیئت" کی رُو سے اس منجم کی بنیاد اجتماعِ سیارگان کو منتشر کرکے رکھ دیا۔ جب دنیا کے آباد اور غیر آباد حصّوں کی بات آئی، تو بذریعہ مثلّثِ کروی ہر خشک و تر، دشت و جبل اور صحراء و جنگل میں سمتِ قبلہ سے متعلق ایسے ضابطے بیان فرمائے، کہ ایک مستقل کتاب بنام "کشف العلّة عن سمت القبلة" لکھ دی۔ یہی نہیں بلکہ بذریعہ زیج علویین (زحل و مشتری) کے چار ۴ قِرانوں میں سے قِرانِ اعظم کی بنیاد پر قربِ قیامت کی پیشین گوئی بھی فرمادی۔ یہی وہ کمالات تھے جن کے سبب آپ کی صدی کے بڑے بڑے جابر گردن کشاں آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور تھے۔

سب یہ صدقہ ہے عرب کے جگمگاتے چاند کا — نام روشن اے رضا! جس نے تمہارا کر دیا
زمانے بھر میں تمہارا ہی نام روشن ہے — رضا یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں

اہلِ حق اہلِ سنّت کے مسلَّم امام و مجدِّد، سیّدنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدّس سرّہٗ کی عالمی مقبولیت، اور آپ سے اہلِ حق کی عقیدت و محبت کا یہ عالم ہے، کہ معلومات اور عالمی سنّی رابطہ کے مطابق، سرکار اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین و ملّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس سراپا قدس، "یومِ رضا"، "یومِ امام احمد رضا"، "امام احمد رضا کانفرنس"، "امامِ اہلِ سنّت کانفرنس" کی صورت میں، نہ صرف پاک و ہند اور بنگلہ دیش، بلکہ متعدّد ایشیائی، افریقی، یورپی اور عرب ممالک میں تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی گیارہویں شریف کے بعد مسلمانانِ عالَم کی بڑی اور عالمی، دینی و روحانی تقریبات میں سے ایک عرسِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بھی ہے۔ پاک و ہند میں تو ما شاء اللہ عرسِ قادری رضوی کی یہ مبارک تقریبات ایک ایک شہر میں کئی کئی، جگہ فیض بخش عام ہوتی ہیں، جو آپ کی مقبولیتِ عامّہ کی بیّن دلیل ہے، ع

اے رضا روز ترقی پہ ہے چرچا تیرا — اَوجِ اعلیٰ پہ چمکتا ہے ستارا تیرا
اہلِ سنّت کے دلوں میں ہے محبت تیری — دشمنِ دیں کو سدا رہتا ہے کھٹکا تیرا

اور یہ حقیقت بھی واضح ہے، ع

مدّت ہوئی ہے آپ کو پردہ کیے ہوئے — لیکن ہر ایک بزم میں چرچا رضا کا ہے

بحمدہ تعالیٰ ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کراچی سے پشاور تک چلے جائیں، جگہ جگہ، شہر بہ شہر "جامعہ قادریہ رضویہ"، "جامعہ غوثیہ رضویہ"، "جامعہ چشتیہ رضویہ"، "جامعہ نقشبندیہ رضویہ"، "جامعہ حنفیہ رضویہ"، "جامعہ اویسہ رضویہ"،

"جامعہ برکاتیہ رضویہ"، "جامعہ نوریہ رضویہ"، "جامعہ سعیدیہ رضویہ" کی صورت میں ہزاروں مدارس وجامعاتِ اہلِ سنّت آپ کے نامِ گرامی سے منسوب نظر آئیں گے، جو آپ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، ع

احمد رضا کے فیض کے ہیں در کھلے ہوئے　　　برکاتِ مصطفیٰ کے ہیں پرچم لگے ہوئے

اور یہ بھی ایک بامشاہدہ حقیقت ہے کہ ع

وادی رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے　　　جس سمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے

اور کیوں نہ ہو؟ کہ امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ نے ہوش سنبھالنے سے تا دمِ اخیر اپنی ساری زندگی دینِ اسلام کی خدمت اور سنّیت کی اِشاعت میں صرف کی، اور تقریباً ایک ہزار ۱۰۰۰ کتابیں لکھیں، جن میں "فتاویٰ رضویہ" سب سے ضخیم ہے۔ علمی تحقیق کے اعتبار سے اردو زبان میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ آپ کے بارے میں علّامہ اقبال قدّس سرّہٗ نے فرمایا تھا: "وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالمِ دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ وَر، اور پاک وہند کے کیسے نابغۂ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دَورِ متاخرین میں ان جیسا طبّاع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا"[1]۔

تصانیف امام احمد رضا

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

امام اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ فرمایا، جس کو عالمِ اسلام "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے جانتا ہے۔ اس ترجمہ کو اب تک انگریزی (میں تین ۳ بار)، ہندی، سندھی، گجراتی، ڈچ، بنگلہ، پشتو وغیرہ زبانوں میں ڈھالا جاچکا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی مقبولیت

امام اہل سنّت علیہ الرحمۃ کے ہاں علاوہ ردِّ وہابیہ ودیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے، کارِ فتویٰ اس درجہ وافر تھا، کہ دس ۱۰ مفتیوں کے کام سے زائد رہتا، شہر ودیگر بلاد واَمصار، جملہ اَقطارِ ہندوستان، وبنگال، وپنجاب، وملیبار، وبرہما وارکان، وچین، وغزنی، وامریکہ، وافریقہ، حتیٰ کہ سرکار حرمین شریفین محترمین سے استفتاء آیا کرتے، اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو استفتاء جمع ہو جاتے تھے۔ اس کی واضح دلیل ان فتاوی کے مطالعہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

حدائقِ بخشش (نعتیہ دیوان)

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" اردو نعتیہ شاعری کا ایک اہم سنگ میل ہے، جس نے اپنے بعد آنے والے تمام نعت گو شعراء کو ادب واحترام اور تعظیم کا راستہ دکھایا۔ اس دیوان کی نعتیں آج بھی ہند وپاک وغیرہ میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف ہے۔ "حدائقِ بخشش" کا قصیدۂ سلامیہ ع

---

(۱) "معارف رضا" سالنامہ 1986ء، ص ۱۹۳۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پے لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اطرافِ عالم میں جہاں جہاں اہلِ اردو پائے جاتے ہیں، وہاں بہت ہی مشہور اور مقبولِ خاص وعام ہے، اس کا انگریزی ترجمہ پروفیسر غیاث الدّین مرحوم (U.K) نے کیا، جسے "رضا اکیڈمی" (U.K) نے شائع کیا۔ اس کا عربی ترجمہ منظوم فاضلِ جلیل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے کیا، جسے "دار الثقافة" نے مصر سے 1999ء میں شائع کیا۔

عالَمِ عرب میں آپ کی مقبولیت

یوں تو عالمِ عرب میں امام احمد رضا قدّس سرّہٗ کا پہلا تعارف اس وقت ہوا، جب وہ ۱۲۹۵ہجری بمطابق ۱۸۷۸عیسوی میں اپنے والدِ ماجد علّامہ مفتی نقی علی خان قادری قدّس سرّہما کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لیے حرمین شریفین پہلی بار حاضر ہوئے۔ اس موقع پر حرمِ مکّہ مکرّمہ کے امامِ شافعیہ اور وقت کی عظیم شخصیت حضرت مفتی سیّد حسین بن صالح جمل اللیل مکّی قدّس سرّہٗ (متوفّی ۱۳۰۵ ہجری بمطابق ۱۸۸۷عیسوی) نے بغیر کسی سابقہ تعارُف کے (مسجدِ حرام میں بعد فراغتِ نمازِ مغرب) امام احمد رضا کا ہاتھ پکڑا، اور ان کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے: "إنّي لأجدُ نورَ الله في هذا الجبين!" "میں اس پیشانی میں اللہ تعالی کا نور دیکھ رہا ہوں!"[1]۔ امام اہل سنّت قدّس سرّہٗ کے اس پہلے سفر کے موقع پر آپ کی علمی بصیرت کو دیکھتے ہوئے، شیخ حسین بن صالح کے علاوہ مفتیٔ شافعیہ سیّد احمد زَینی دَحلان (متوفّی ۱۲۹۹ہجری بمطابق ۱۸۸۱ عیسوی)، مفتیٔ حنفیہ شیخ عبد الرحمٰن سراج مکّی (متوفّی ۱۳۰۱ ہجری بمطابق ۱۸۸۳ عیسوی) ودیگر بہت سے اکابر واعاظم علماء نے تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کی اجازات واَسانید سے آپ کو نوازا۔

امام اہل سنّت قدّس سرّہٗ کی مندرجہ ذیل عربی تصانیف نے علمائے اسلام، خصوصًا علمائے عرب میں ان کے علمی وقار اور فقہ وحدیث اور علومِ اسلامیہ میں آپ کے بلند مقام کو رُوشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا:

١. الدولة المكّيّة بالمادّة الغيبيّة (١٣٢٣هـ)

٢. إنباءُ الحَي أنّ كلامَه المصونَ تبيانٌ لكلِّ شَيء (في مسألة العلوم الخمسة) (١٣٢٦هـ)

٣. كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم (١٣٢٤هـ)

٤. الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة (١٣٢٤هـ)

٥. المعتمَد المستند (١٣٢٠هـ)

٦. فتاوى الحرمين برَجف ندوة المين (١٣١٦هـ)

٧. حُسام الحرمَين على منحر الكُفر والـمَين (١٣٢٤هـ)

٨. أجلى الإعلام أنّ الفتوى مطلقاً على قول الإمام (١٣٣٤هـ)

---

(۱) "حیاتِ اعلی حضرت" حج وزیارت (اوّل) ۱/۱۳۳۔

٩. الكشف شافِيا حكمُ فُونُوجرافِيا (١٣٢٨ھ)

١٠. الزُّلال الأَنقى من بحرِ سبقةِ الأتقى (١٣٠٠ھ)

١١. صَيقل الرَّين عن أحكام مجاوَرة الحرمَين (١٣٠٥ھ)

١٢. الصّافية الموحية لحكم جلد الأُضحية (١٣٠٧ھ)

١٣. هادي الأُضحِية بالشَّاة الهنديّة (١٣١٤ھ)

١٤. شمائم العنبر في أدب النداء أمامَ المنبر (١٣٣٢ھ)

١٥. الظفر لقول زُفر (١٣٣٥ھ)

١٦. الجبل الثانوي على كلية التهانوي (١٣٣٧ھ)

امام اہل سنّت علیہ الرحمۃ نے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج کیا، پھر مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ایک ماہ تک مدینہ طیّبہ میں رہ کر بارگاہِ رسالت ﷺ سے فیض پاتے رہے۔ مکّہ معظّمہ اور مدینہ طیّبہ کے بڑے بڑے علماء نے آپ کے علمی کمالات اور دینی خدمات سے متأثر ہوکر آپ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت کیا، اور آپ کو اپنا استاد و پیشوا مانا، یوں آپ کی بہت پذیرائی ہوئی، جس کا تحریری نمونہ پیشِ خدمت ہے:

امام احمد رضا خان مشاہیر کی نظر میں

۱- مکّہ مکرّمہ کے مفتئ شافعیہ اور شیخ العلماء شیخ محمد سعید بابصیل[۱] نے امام احمد رضا کی کتاب "الدولة المكّية" پر تقریظ کے بعد لکھا: "یہ وہ ہے جو مجھے اس امامِ کامل کی مددگاری میں میسّر آیا"[۲]۔

۲- مکّہ مکرّمہ کے مفتئ حنفیہ شیخ محمد صالح ابنِ علّامہ شیخ صدیق کمال[۳] نے امام احمد رضا کی کتاب "الدولة المكّية" پر تقریظ کے آخر میں لکھا: "الٰہی! اس استاذِ کبیر اور عالمِ کمال ماہر کی عمر میں فزونی وبرکت ودرازی عطا کر؛ تاکہ وہ ہر سخت جاہل گمراہ کے حق میں

---

(۱) محمد سعید بابُصَیل حَضرَمی مکّی شافعی، مکّہ مکرّمہ میں ۱۲۴۵ھ/1830ء کو پیدا ہوئے، مسجدِ حرام میں قائم حلقاتِ دروس میں تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں سب سے اہم نام سیّد احمد بن زَینی دَحلان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، آپ کے دیگر اساتذہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا اسمِ گرامی شامل ہے۔ آپ کو تعلیم مکمل کرنے کے بعد مسجدِ حرم میں مدرّس تعیّنات کیا گیا، عثمانی حکومت میں آپ شیخ العلماء بنائے گئے، اور پچیس برس سے زائد عرصہ اپنی وفات ۱۳۳۰ھ تک اس منصب سے وابستہ رہے۔ ("امام احمد رضا محدّث بریلوی اور علماءِ مکّہ مکرّمہ"، ۲۵۱-۲۵۳ ملتقطًا)۔

(۲) "الدّولة المكّية" تقريظ ۲: الشيخ محمد سعيد بابُصَيل، صـ۲۷۵.

(۳) صالح بن صدّیق بن عبد الرحمٰن کمال حنفی، مدرّسِ مسجدِ حرام، "مکّہ مشرّفہ" میں ماہِ ربیع الاوّل سن ۱۲۶۳ھ کو پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی، "قرآنِ عظیم" حفظ کیا اور خوب محنت کی، مسجدِ حرام میں تراویح پڑھائی، بعض متون حفظ کیے، پھر طلبِ علم کی ابتداء کی، تو خوب محنت کی اور کامیاب ہوئے، ابتداءً =

اُچھو اور کانٹا ہو"[1]۔

۳- خطباء وائمہ کے سردار، مسجدِ حرام میں مدرّس شیخ احمد ابو الخیر بن عبد اللہ مرداد[2] نے لکھا: "علّامہ، عقیل، ذکی، بلند ہمّت، اپنے زمانہ میں تمام مؤلّفین کا سردار، اور خود اپنے مُعاصرین کی گواہی سے تمام مصنّفین کا امام ہے"[3]۔

۴- شیخ عبد اللہ بن صدقہ زینی دَحلان جیلانی مکّی[4] نے اس امام کے بارے میں لکھا:

"ایسی تصنیفوں والا جو اس کی وسعتِ نظر اور کثرتِ مادّۂ علمی اور عظمتِ قدرت پر دلیل ہیں، وہ امام جس نے کوئی بند دروازہ نہ چھوڑا، جس کے قلعے نہ کھول دیے ہوں، اور کوئی مشکل کام نہیں جس کے مبنیٰ واضح نہ کر دیے ہوں، جناب استاذ فاضل اور بلند ہمت کامل ہیں"[5]۔

۵- شیخ محمد جمال بن محمد امیر بن حسین مالکی[6] نے تحریر فرمایا: "عالم علّامۂ یکتا ہے، اور سردار عالمِ کبیر کمال معظّم، ہمارے استاذ حضرت

=

اپنے والد سے تعلیم حاصل کی، پھر علّامہ شیخ عبد القادر خوقیر حنفی کی صحبت میں رہ کر فقہ کی کئی کتب پڑھیں، جن میں: محقّق ابن عابدین کے حاشیہ کے ساتھ "الدرّ المختار" شامل ہے، سیّد احمد زَینی دَحلان سے تفسیر، حدیث اور عربی وغیرہ پڑھی، اور انہوں نے اپنی تمام مرویّات کی اجازت دی، سیّد عمر شامی بقاعی ثمّ المکی سے نحو، معانی، بیان اور عروض وغیرہ پڑھا اور ان سے فائدہ مند ہوئے، جب علم میں فوقیت حاصل کی اور کمال پایا تو صدر مدرّس ومفتی ہوئے، مسجدِ حرام میں تدریس فرمائی، سال ۱۳۳۲ھ میں وفات پائی۔ (المختصر من كتاب "نشر النّور والزَّهر" ر: ٢٣١، صـ٢١٩).

(۱) "الدّولة المكّية" تقريظ٦: الشيخ محمد صَالح ابن العلّامة الشيخ صديق كمال مفتي الحنفية بمكّة المكرّمة، صـ٢٨١.

(۲) شیخ احمد بن عبد اللہ بن محمد صالح بن سلیمان بن محمد صالح ابن محمد مرداد، سن ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد اور دیگر علماء سے علوم حاصل کیے، آپ امام، خطیب اور مدرّس تھے، پھر سال ۱۲۹۳ھ میں شیخ الخطباء مقرر ہوئے اور اس منصب پر سال ۱۲۹۹ھ تک متمکّن رہے، سال ۱۳۳۵ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ (المختصر من كتاب "نشر النّور والزَّهر" صـ٣٢).

(۳) "الدّولة المكّية" تقريظ٧: رئيس الخطباء والأئمّة، والمدرّس بالمسجد الحرام الشيخ أحمد أبو الخير بن عبد الله مرداد، صـ٢٨٢.

(۴) عبد اللہ بن صدقہ بن زَینی دَحلان، شافعی مکّی عالم فلکی، "مکّہ معظّمہ" میں ۱۲۸۸ یا ۱۲۸۹ھ میں پیدا ہوئے، یہیں پرورش پائی اور قرآن مجید حفظ کر کے نماز تراویح پڑھائی، اور مسجدِ حرام میں امامت کے فرائض انجام دیے، فقہ کے کثیر متون بھی حفظ کیے اور خوب محنت سے علم حاصل کیا، اپنے پھوپھا سیّد عمر شطا، سیّد بکری شطا، اور مفتی مالکیہ شیخ عابد جیسے نامور علماء کی صحبت میں رہ کر جملہ فنون میں متعدّد کتب کے ذریعہ کثیر علوم سیکھے، اور مخلوقِ خدا کو بذریعۂ درس وتدریس خوب فائدہ پہنچایا، آپ سیّد احمد بن زینی دحلان کے بھتیجے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۳۶۳ھ کو جاوا انڈونیشیا میں ہوا۔
(المختصر من كتاب "نشر النّور والزَّهر" ر: ٣١٥، صـ٢٩٤).

(۵) "الدّولة المكّية" تقريظ٩: الشيخ عبدالله بن محمد صدقة زَيني دَحلان الجيلاني، صـ٢٨٥، ٢٨٦.

(۶) جمال بن محمد امیر ابنِ علّامہ شیخ حسین مالکی مکّہ مکرّمہ میں مفتیٔ مالکیہ، عالم نبیہ، فاضل نحوی، نجیبِ کامل، مکّہ مشرّفہ میں سن ۱۲۸۵ھ کو پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی اور یہاں کے افاضل کی ایک بڑی تعداد سے فیض پایا، طلبِ علم میں خوب محنت کی، اپنے چچا شیخ عابد مفتیٔ مالکیہ کی طویل صحبت پائی اور ان سے علومِ معقول ومنقول اور فروع واصول حاصل کیے، علّامہ شیخ عبد الوہّاب بسری ثمّ المکی شافعی کی صحبت اختیار کی اور ان سے بھی کچھ معقولات پڑھے، جب فائق ہوئے تو مسجدِ
=

احمد رضاخان"[۱]۔

۶- شیخ محمد مختار بن عطارد جاوی[۲] نے لکھا: "اس زمانہ کے علمائے محققین کا بادشاہ ہے، اور اس کا کلامِ مبارک حق صریح ہے، حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب ہمارے سردار اور ہمارے مولیٰ خاتم المحققین اور سنّی علماء کے پیشوا ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بقا سے مسلمانوں کو متمتّع رکھے! ان کی حمایت فرمائے! انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے! اللہ انہیں اور ہمیں نبیوں اور صِدّیقوں کے گروہ میں محشور فرمائے!"[۳]۔

۷- شیخ علی بن احمد محضار[۴] نے تحریر فرمایا: "علّامۂ کامل استاذِ فاضل احمد رضاخان، جن کے سبب سے خدا نے اس زمانہ میں مسلمانوں کی فریادرَسی فرمائی"[۵]۔

۸- شیخ عبد الحمید بن محمد عطّار[۶] نے لکھا: "حضرت علّامہ مدقّق، درّاکۂ محقّق، مولانا الہُمام، احمد رضا خان، جو ہندوستان کے علمائے اَعلام میں ایک مشہور شخصیت ہیں"[۷]۔

=

حرام میں تدریس فرمائی اور فائدہ پہنچایا، تصنیف کا کام انجام دیا، محکمہ مجلس المعارف کے میں ایک نمایاں عہدہ پر فائز رہے، پھر گورنرِ مکّہ سیّد حسین بن علی کی جانب سے محکمہ تعزیراتِ شرعیّہ کے صدر متعیّن ہوئے، "مکّہ مکرّمہ" میں سال ۱۳۴۹ھ کو وفات پائی۔

(المختصر من كتاب "نشر النّور والزّهر" ر: ١٥٦، صـ١٦٣ ملتقطاً).

(١) "الدَّولة المكّية" تقريظ١٤: المدرِّس والإمام بالدِّيار الحرميّة ومفتي المالكيّة الشيخ محمد جمال بن محمد الأمير بن حسين، صـ٢٩٦.

(۲) شیخ محمد مختار بن عطارد جاوی، انڈونیشیا میں پیدا ہوئے، پھر سن ۱۳۲۱ھ میں مکّہ مکرّمہ کو ہجرت فرمائی اور وہیں ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی۔ عارف باللہ، شافعی عالم، ماہرِ فلکیات، مدرّسِ مسجدِ حرام، آپ کا گھر بھی مدرسہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ عرب وعجم کے اکابرین نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کی چند تصنیفات کے نام یہ ہیں: علمِ روایتِ حدیث واسانید پر "اتحاف السّادة المحدِّثين بمسلسلات الاحاديث الاربعين"، "جمع الشوارد من مرويات ابن عطارد"، "الموارد في شيوخ ابن عطارد" اور فلکیات پر "تقريب المقصد في العمل بالربع المجيب"۔ ("تاريخ الدَّولة المكّية" صـ۱۱۴، ۱۱۵)

(٣) "الدَّولة المكّية" تقريظ١٩: الشيخ محمد مختار بن عطارد الجاوي، صـ٣٠٤.

(۴) شیخ سیّد علی بن احمد محضار، مسجد نبوی میں مدرِّس، شافعی عالم، آپ کا خاندان جنوبی یمن کے علاقہ حضرموت میں آباد حسینی سادات کے اہم گھرانوں میں سے ہے۔ ("تاريخ الدولة المكية" صـ۱۲۱)۔

(٥) "الدَّولة المكّية" تقريظ٣٠: الشيخ علي بن أحمد المحْضار، صـ٣٢٤.

(۶) عبد الحمید عطّار عالم، اعلیٰ محرّر۔ سن ۱۳۳۶ھ کو دمشق میں وفات پائی، اور مقبرہ دحداح میں دفن کیے گئے۔ ("نثر الجواهر" ١/ ٦٥٠).

(٧) "الدَّولة المكّية" تقريظ٥١: الشيخ عبد الحميد بن محمد أديب العطّار الشّافعي الدِّمشقي، صـ٣٧٣.

۹- شیخ سیّد یوسف عطاء بغدادی[1] نے فرمایا: "ہمارے مولی فاضل، صاحبِ عرفان، میرے سردار شیخ احمد رضا خان صاحب قادری"[2]۔

۱۰- شیخ محمد امین سوَید دِمشقی[3] نے فرمایا: "علّامہ کبیر، فہّامہ شہیر، کامل محقّق ومدقق شیخ احمد رضا خان"[4] ...الخ۔

۱۱- شیخ محمد دِمشقی[5] نے فرمایا: "سالکوں کے مرشِد، اللہ تعالی کی عنایت حاصل کرنے والے، عالم فاضل، شیخ احمد رضا خان ہندی بریلوی، اللہ تعالی انہیں اپنے فضل وکرم سے جنّت کا ساکن بنائے، آمین!"[6]۔

۱۲- علوم وطریقت کے شیخ، یاسین احمد خیاری[7] نے امام احمد رضا کی تعریف کرتے ہوئے لکھا: "وہ محدثین کے امام، ملحدین کی گردنوں کے لیے تلوار، یگانۂ روزگار، اور یکتائے زمانہ ہیں، یعنی مولانا شیخ، کامل بزرگ سردار، احمد رضا خان"[8]۔

۱۳- علّامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی[9] نے تحریر فرمایا: "امام علّامہ شیخ احمد رضا خان ہندی، ایک امامِ کبیر علّامۂ اجلّ ہیں، اللہ ان سے راضی رہے! اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے!"[10] ...الخ۔

---

(۱) یوسف بن محمد نجیب عطا (ت ۱۳۷۱ھ) حدیث کے عالم، بغداد کے جامعہ آلِ بیت میں مدرِّس شعبہ دینیہ العالیہ تھے، آپ کا علمِ حدیث پر ایک رسالہ بھی ہے۔ ("الأعلام" ۸/ ۲۵۳).

(۲) "الدَّولة المكّية" تقريظ ٥٤: الشيخ السيّد يوسف عطاء، صـ٣٨١.

(۳) محمد امین بن محمد بن علی سوَید فقیہ مناظر، علم فرائض کے جانکار، دِمشق میں ولادت، ووفات (ت ۱۳۵۵ھ)، تعلیم "دِمشق" اور "ازہر" میں پائی، "ترکی"، "ہند"، "بخارا"، "یمن" اور "مغرب" کی طرف کئی سفر فرمائے، مکّہ میں ایک سال تک عامۃ المسلمین کو درس دیتے رہے، دمشق کے معہد الحقوق میں تدریس فرمائی، "تسہیل الحصول علی قواعد الاصول" اور "علوم القرآن" تصنیف فرمائیں۔ ("الأعلام" ٦/ ٤٤ ملتقطًا).

(٤) "الدَّولة المكّية"، تقريظ٥٦: الشيخ محمد أمين سوَيد الدِّمشقي، صـ٣٨٧.

(۵) شیخ محمد دمشقی، دمشق میں پیدا ہوئے اور استنبول میں سکونت فرمائی۔ ("تاریخ الدولۃ المکیۃ" صـ۱۳۳)۔

(٦) "الدَّولة المكّية" تقريظ٥٩: الشيخ محمد الدِّمشقي مَولداً، القُسطُنطِنية مَسكناً، صـ٣٩١.

(۷) شیخ یاسین احمد خیاری ۱۲۸۱ھ میں مصر کے شہر منصورہ میں پیدا ہوئے، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی، پھر مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کی، قرآنِ کریم کے حافظ، شافعی عالم، مدینہ منورہ کے شیخ القراء، مسجدِ نبوی میں مدرّس، (ت ۱۳۴۴ھ)۔ ("تاریخ الدّولۃ المکّیۃ" صـ۱۲۵)۔

(٨) "الدَّولة المكّية" تقريظ٤١: الشيخ ياسين أحمد الخياري، صـ٣٥٦.

(۹) یوسف بن اسماعیل بن یوسف نَبہانی بَیروتی شافعی، ادیب، قاضی، "فلسطین" کے گاؤں "اِجزِم" میں ۱۲۶۶ھ کو پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی، جامعہ ازہر "مصر" میں تعلیم حاصل کی، کچھ عرصہ مدینہ منوّرہ مقیم رہے، ۱۳۵۰ھ میں وفات پائی۔ ان کی عمدہ تالیفات سے ہیں: "جامع کرامات الاولیاء" دو جلدیں، "افضل الصّلوات علی سیّد السّادات"، "حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سیّد المرسلین"، "الانوار المحمّدیۃ مختصر المواہب اللدنّیۃ"، "شواہد الحقّ فی الاستغاثۃ بسیّد الخلق" ایک ضخیم جلد، یہ ان کی انتہائی بہترین ونفع بخش تالیفات سے ہے، اور "سعادۃ الدارین فی الصّلاۃ علی سیّد المرسلین"۔

("فهرس الفهارس" ٢/ ١١٠٧-١١٠٩ ملتقطاً، و"الأعلام" ٨/ ٢١٨ ملتقطاً).

(١٠) "الدّولة المكّية" تقريظ٤٤: الشيخ يوسف بن إسماعيل النَبهاني في المدينة المنوّرة، صـ٣٦٠ ملتقطًا.

۱۴- مولانا سیّد محمد عثمان قادری[1] نے فرمایا: "یگانۂ روزگار، یکتائے زمانہ، فاضل کامل، عالم عامل، بدعت کی بیخ کنی کرنے والے، سنّت کی مدد کرنے والے، محقّق ومدقّق، اس زمانے کے بزرگ امام، مولانا حاجی سیّدی احمد رضا خان"[2] ...الخ۔

۱۵- مولانا عابد حسین مالکی[3] نے فرمایا: "جبکہ اس فتنوں اور عالمگیر شر کے زمانہ میں، اللہ تعالی نے اس دینِ متین کو زندہ کرنے کی اُسے توفیق بخشی، جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا، وہ جو سیّدِ عالم ﷺ کے وارثوں میں سے ہے، علمائے مشاہیر کا سردار اور معزّز فاضلوں کا مایۂ افتخار، دینِ اسلام کی سعادت، نہایت محمود سیرت، ہر کام میں پسندیدہ صاحبِ عدل، عالمِ باعمل، صاحبِ احسان، حضرت مولیٰ احمد رضا خان"[4]۔

۱۶- مولانا شیخ عبد الرحمٰن دہّان[5] نے فرمایا: "رسوخ والے فاضلوں کا خلاصہ، علّامۂ زماں، یکتائے روزگار، جس کے لیے علمائے مکّۂ معظّمہ گواہی دے رہے ہیں، کہ وہ سردار ہے، بےنظیر ہے، امام ہے، میرے سردار اور میرے جائے پناہ، حضرت احمد رضا خان بریلوی"[6]۔

---

(۱) ان کے تفصیلی احوال نہ مل سکے، فقط ذکر "تاریخ الدولۃ المکیۃ" صـ۱۳۲ پر ہے۔

(٢) "الدّولة المكية" تقريظ٥٥: الشيخ السيّد محمد عثمان القادري الحيدرآبادي، صـ٣٨٢.

(۳) عابد بن حسین مالکی: اہلِ مکّہ کے فقیہ تھے، اپنے والد کے بعد مالکی افتاء کا منصب سنبھالا، اعلاء کلمۃ الحق کی پاداش میں گورنرِ مکہ سیّد عون نے انہیں یہاں سے نکال دیا، تو آپ نے یمن کی جانب سفر اختیار کیا، وہاں سے خلیج عرب منتقل ہوگئے، حجّاج کرام کے ساتھ مکّہ واپس آئے حتی کہ ۱۳۲۳ھ میں گورنرِ مکّہ سیّد عون کی وفات کے بعد آپ یہیں قیام پذیر ہوگئے۔ اپنے والد کی "توضیح المناسک" پر تعلیق "ہدایۃ الناسک" اور "رسالۃ فی التوسّل" تالیف فرمائی، تا وفات (۱۳۴۱ھ) منصبِ افتاء پر متمکّن رہے۔ ("الأعلام" ٣/ ٢٤٢).

(٤) "حسام الحرمَين" اللّمم الملكية والتسجيلات المكّيّة، مفتي المالكيّة الشيخ عابد بن حسين، صـ٨٦.

(۵) عبد الرحمٰن ابنِ مرحوم علاّمہ احمد دہّان بن اسعد حنفی مکّی عالم علاّمہ، "مکّہ مشرّفہ" میں سن ۱۲۸۳ھ کو پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی، قرآنِ مجید حفظ کیا، مسجدِ حرام میں نمازِ تراویح پڑھائی، مختلف علوم کے حصول کی ابتداء کی، تو شیخ رحمت اللہ کیرانوی ہندی سے نحو، توحید، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، حدیث، اور معانی وبیان وغیرہ پڑھا، شیخ عبد الحمید داغستانی کے درسِ "ترمذی" میں حاضر ہوئے، حضرت شیخ نور پشاوری سے بھی پڑھا اور طویل صحبت پائی، شیخ رحمت اللہ مذکور کے مدرسہ میں ملازمت پاکر دو ۲ سال طلبہ کو پڑھایا اور ان کے ہاتھوں کثیر تلامذہ نے فراغت پائی، امیرِ مکّہ سیّد حسین کی طرف سے مسجدِ حرام کے ملازم مدرّسین علماء میں سے ہوئے، تو وہاں بھی تدریس فرمائی اور حکومتِ وقت کی جانب سے شرعی عدالت کے قاضی کا عہدہ وغیرہ ملازمتیں پیش کی گئیں لیکن آپ نے قبول نہ فرمائیں، آپ نیک، دیندار، صاحبِ تواضُع اور گمنام، لوگوں کے اختلاط سے بے رغبت خلوت نشیں اور مختلف علوم کے ماہر تھے، ہفتہ کی رات ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ کو وفات پائی۔

(المختصر من كتاب "نشر النّور والزَّهر" ر: ٢٦٠، صـ٢٤١، ٢٤٢ ملتقطاً).

(٦) "حُسام الحرمين على منحر الكفر والمين" اللّمم الملكية والتسجيلات المكّيّة، الشيخ عبد الرّحمن الدهّان، صـ٩٧.

۱۷- علّامہ مولانا محمد کریم اللہ مدنی [۱] علیہ الرحمۃ اپنی عینی شہادت بیان کرتے ہیں کہ "میں سالہاسال سے مدینہ منوّرہ میں مقیم ہوں، سرزمینِ ہند سے ہزاروں لوگ آتے رہتے ہیں، ان میں علماء وصلحاء اور اتقیاء سب ہی ہوتے ہیں، میرا مشاہدہ ہے کہ یہ لوگ مدینہ طیّبہ کی گلیوں میں پھرتے رہتے ہیں، کوئی نظر اٹھاکر نہیں دیکھتا (کہ کونسی شخصیت ہے)، اور امام احمد رضا کی شان دیکھی، کہ بڑے بڑے علماء اور اکابرین صلحاء آپ کو دیکھتے ہی لپکتے چلے آرہے ہیں، اور تعظیم بجالانے میں عجلت کررہے ہیں" [۲]۔

۱۸- شیخ عبد القادر کُردی مکّی [۳] کی تحریر: "حضرت مولانا فاضل، بے مثال لوگوں کے پیشوا، میرے سردار عبد المصطفیٰ احمد رضا، ان کی عمر شریف اور فضائل طویل ہوں، آمین!" [۴]۔

۱۹- مکتوبِ علّامہ جلیل سیّد اسماعیل خلیل [۵] نگران کتب خانہ حرمِ پاک: "ہمارے سردار امام احمد رضا نے اپنے فتاویٰ کے چند اوراق بطورِ نمونہ ہمیں بھیجے تھے، ہم اللہ -عزّ شانہ- سے امید کرتے ہیں کہ آپ کو ان فتاوی کی جلد تکمیل کے لیے اوقات میں برکت فرماکر آسان کرے؛ کیونکہ یہ فتاویٰ قابلِ اعتناء ہیں (اللہ تعالی اسے آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے!) اللہ کی قسم! میں حق کہتا ہوں کہ اگر امام ابوحنیفہ ان فتاویٰ کو ملاحظہ فرماتے، تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، اور مؤلّف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے" [۶]۔

۲۰- سیّدِ جلیل مولانا سیّد مامون بِرّی مدنی [۷] کا مکتوب: "یہ خط ان کی طرف لکھا جاتا ہے جو استاذ، فائق، علّامہ، جائے پناہ، بہت سمجھ دار وتیز فہم ہیں، جن کا طلسماتی قلم فریفتہ کرتا ہے، جن کے کلمات کی نزاکت نسیمِ سَحر پر فَوقیت رکھتی ہے، وہ ایسے بلند کمالات والے ہیں جن کی حقیقت کسی تحریر وحَد میں متصوّر نہیں، حق تو یہ ہے کہ کہا جائے: وہ اپنے زمانے میں یکتا ہیں، کیوں نہ ہو کہ ان کا فضل پہاڑ کی چوٹی پر جلائی جانے والی آگ سے بھی زیادہ روشن ہے، اور یہ شعر ان کی مسلّمہ عالی ہمتوں سے آگاہ کرنے والا ہے، وہ زبانِ حال سے خود نغمہ سرا ہیں:

---

(۱) آپ پنجاب (پاکستان) کے باشندہ تھے، بچپن ہی میں شاہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۳۰ھ/1912ء) کے دستِ حق پرست پر مرید ہوئے اور ۱۳۲۳ھ سے کچھ ہی عرصہ قبل پنجاب سے مدینہ منوّرہ ہجرت کی، جہاں مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی اور رجب ۱۳۳۱ھ میں زندہ ومدینہ منوّرہ میں ہی تھے۔ ("تاریخ الدولۃ المکیۃ" ص۶۵)۔

(۲) "الإجازات المتينة" مقدّمة، صـ۹۷، ۹۸ من مجموعة رسائل عربية من "الفتاوى الرضوية".

(۳) ان کے تفصیلی احوال نہ مل سکے، فقط ذکر "تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" ص۶۷ پر ہے۔

(٤) "الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة" صـ۹۹ من مجموعة رسائل عربية من "الفتاوى الرضوية".

(۵) شیخ سیّد اسماعیل بن خلیل (ت ۱۳۲۹ھ) کتب خانۂ حرمِ پاک کے نگران تھے، شیخ عبد الحق مہاجر الہ آبادی سے شرفِ تلمّذ تھا، امام احمد رضا خان سے خلافت واجازت کی سعادت حاصل کی، اور ۱۳۲۸ھ میں ملاقات کے لیے بریلی آئے۔

("تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت" ص۳۵، و"تاریخ الدولۃ المکیۃ" ص۱۰۴)۔

(٦) "الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة" كتاب العلاّمة الجليل السيّد إسماعيل أمين مكتبة الحرم المكّي، صـ۱۰۰.

(۷) ان کے احوال نہ مل سکے، فقط ذکر "تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" ص۷۶-۷۹ پر موجود ہے۔

"مجھے یہ سب پہچانتے ہیں: گھوڑے (کہ میں شہسوار ہوں)، راتیں (کہ ان میں جاگ کر خدا کو یاد کرتا ہوں)، بیابان (کہ ان میں تلاشِ محبوب میں سرگرداں رہتا ہوں)، تلوار و نیزہ (کہ ان سے مصروف جہاد ہوں) اور کاغذ و قلم (کہ عقائدِ اسلامیہ اور مسائلِ شرعیّہ لکھتا ہوں)" ان سے میری مراد حضرت جناب مکرّم و محترم، یکتائے زمان، شیخ سیّدی احمد رضا خان قدّس سرّہٗ ہیں"[1]۔

۲۱- مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوری نے "مدرسۃ الحدیث" پیلی بھیت کے ایک اجلاس منعقدہ ۱۳۰۳ ہجری میں علم الحدیث پر، آپ کی ایک محققانہ اور پُر مغز تقریر سن کر، اپنا یہ تاثر بیان کیا کہ "اگر اس وقت میرے والد ماجد مولانا علی احمد محدّث سہارنپوری محشّیٔ "بخاری" ہوتے، تو وہ آپ کے تبحرِ علمی کی دل کھول کر داد دیتے، اور انہیں اس کا حق بھی تھا"۔ مولانا وصی احمد محدّث سُورتی اور مولانا محمد علی مونگیری بانی "دار العلوم ندوۃ العلماء" نے بھی اس بات کی تائید فرمائی[2]۔

۲۲- دَورانِ حج دینی وعلمی موضوعات پر تبادلہ خیالات، اور آپ کی بعض کتب ورسائل کے مطالعہ کے بعد علمائے حرمین شریفین پر جو تاثّر قائم ہوا، اس بارے میں "ابو الحسن علی ندوی" کے والد عبد الحی ندوی تحریر کرتے ہیں کہ "وہ حضرات آپ کے وُفورِ علم، فقہی مُتون ومسائلِ خلافیہ پر دِقّتِ نظر، وسعتِ معلومات، سرعتِ تحریر اور ذکاوتِ طبع سے حیران رہ گئے"[3]۔

۲۳- یوسف بنّوری (دیوبندی) کے والد محمد زکریا نے سیّد امیر شاہ گیلانی سے کہا کہ "اگر احمد رضا خان بریلوی ہندوستان میں فقہِ حنفی کی خدمت نہ کرتے، تو حنفیّت شاید اس علاقے میں ختم ہو جاتی!"[4] ع

مسلکِ حق کی ضمانت ہے تیرا نام رضا! — شانِ تحقیق ادا کر گیا خامہ تیرا!

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو! — قسیمِ جامِ عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو!

لقبِ مجدِّد:

علمائے عرب وعجم نے آپ کو مجدِّد کے لقب سے پکارا، جن میں درج ذیل حضرات سرِفہرست ہیں:

۱- شیخ سیّد اسماعیل بن خلیل (نگران کتب خانہ حرمِ پاک) نے فرمایا: "ہمارے شیخ علّامہ مجدِّد، جو علی العموم تمام استادوں کے شیخ ہیں، مولوی حضرت احمد رضا خان قدّس سرّہٗ"[5] ...الخ۔

---

(۱) "الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة" صـ١٠٦ من مجموعة رسائل عربية من "الفتاوى الرضوية".

(۲) "ماہنامہ اشرفیہ" مبارکپور، اپریل ۱۹۷۷ء، مقالہ مولانا محمود احمد قادری۔

(۳) "نزهة الخواطر" حرف الألف، تحت ر: ٣٢- المفتي أحمد رضا خان البريلوي، ٨/ ٥٠.

(۴) "امام احمد رضا کی فقہی بصیرت" صـ۳۲۔

(۵) "الدولة المكّية" جلائل التقريظات، تقريظ ١: الشيخ السيّد إسماعيل بن خليل، صـ٢٦٩.

۲- "مکّہ معظّمہ" میں حنفیّہ کے مفتی شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن سراج[1] نے امامِ احمد رضا کے بارے میں تحریر فرمایا: "بعد ازاں اللہ ﷻ ہی کے لیے حمد ہے، کہ اس نے زمانوں اور شہروں میں علماء پیدا کیے، اور ان سے دین کی تجدید فرمائی، اور ان کے دلوں میں وہ راز اور انوار ودیعت کیے، جن سے ان کے نُفوس پورے اِیضاح، اور ان کے قلوب کمال تحقیق ویقین کے مرتبے کو پہنچے، اور بے شک انہیں علماء میں سے ہے وہ کبیر العلم، کثیر الفہم، بلند ہمّت اور معتمد، کامل الاِدراک، سن لو! بے شک وہ مشہور علماء کا بادشاہ ہے، جس نے تجربہ کار کہنے والے کی یہ بات ٹھیک کر دکھائی کہ "اگلے، پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے"[2]۔

۳- سیّد حسین ابن علّامہ سیّد عبد القادر طرابلسی[3] تحریر فرماتے ہیں: "علّامہ، کمال ماہر، اور فہّامہ مشہور، حامیٔ ملّتِ محمدیّہ طاہرہ، مجدّدِ مائۃ حاضرہ، میرے استاذ وپیشوا، حضرت مولانا احمد رضا خان ہیں"[4]۔

۴- سیّد احمد بن علی مہاجر[5] مدینہ منوّرہ نے درج فرمایا: "محقّق ومدقّق، فاضلِ کامل، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ، مجدّدِ مائۃِ حاضرہ، ہمارے شیخ واستاذ، مولانا مولوی احمد رضا"[6] ...الخ۔

۵- مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی امامِ اہلِ سنّت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "امام، بزرگ، محقّق، نکتہ رَس، سیّدی ومَلاذی، اس زمانے کے مجدِّد، عبد المصطفی (ان پر رُوح ودل فِدا!) یعنی مولانا احمد رضا خان سلّمہ اللہ تعالی"[7]۔

---

(۱) شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن سراج سن ۱۲۹۳ھ/1876ء کو مکّہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے، آپ نے جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی، پھر ہندوستان آئے اور حیدر آباد دکن وغیرہ شہروں کا دورہ کیا، اور استنبول میں ڈیڑھ سال تک مقیم رہے، عثمانی عہد کے آخری ایّام میں مکّہ مکرّمہ کے مفتیٔ احناف رہے۔ سعودی انقلاب کے دوران اردن ہجرت کی جہاں وزیرِاعظم بنائے گئے اور پھر یہیں کے دار الحکومت عمان میں ۱۳۶۸ھ/1949ء کو وفات پائی۔

("تاریخ الدولۃ المکیّۃ" ص۱۰۵ ملتقطاً)۔

(۲) "الدّولة المكّية" جلائل التقريظات، تقريظ۳: الشيخ عبدالله بن عبد الرّحمن سراج مفتي الحنفية بمكّة، صـ۲۷٦.

(۳) سیّد حسین بن سیّد عبد القادر شامی مدنی، مدرّسِ مسجدِ نبوی، باکمال، متقی اور متورع، منقول ومعقول میں ہمعصر علماء میں ممتاز مقام رکھتے تھے، جفر، نجوم، ہیئت، اوفاق اور تکسیر میں عالمی شہرت کے حامل تھے، یہاں تک کہ اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھانے کے لیے "بریلی شریف" حاضر آئے اور ایک سال سے زیادہ عرصہ یہیں آستانہ عالیہ رضویہ میں قیام فرمایا، علمِ اوفاق، تکسیر اور جفر میں خصوصی طور پر امام احمد رضا سے اکتساب فرمایا۔

("تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" ص۵۸، ۵۹ ملتقطاً)۔

(٤) "الدّولة المكّية" جلائل التقريظات، تقريظ۲۳: الشيخ السيّد حسين ابن العلّامة المرحوم السيّد عبد القادر الطرابلسي المدرّس بالمسجد النبوي، صـ۳۰۹.

(۵) احمد بن علی ہندی رامپوری: فقیہ حنفی (ت بعد ۱۳۱۳ھ)۔ ان کا: "رسالة في أشراف الكيلانيّين الحَمَويّين القاطنين بالهند" مشہور ہے۔

("الأعلام" ۱/ ۱۸۳).

(٦) "الدولة المكّية" جلائل التقريظات، تقريظ۲۹: الشيخ السيّد أحمد علي الهندي الرامفوري المهاجر في المدينة المنوّرة، صـ۳۲۲.

(٧) "الدولة المكّية بالمادة الغيبية" جلائل التقريظات، تقريظ۳۸: الشيخ محمد كريم الله المهاجر في المدينة المنوّرة، صـ۳٤۸.

۶- علاّمہ موسی بن علی شامی ازہری احمدی[1] نے امامِ اہلِ سنّت کے بارے میں فرمایا: "اماموں کے امام، اس امّت کے دین کے مجدِّد، جویقین کے نور اور قلوب کے انوار کی تائید سے آراستہ ہیں، یعنی شیخ احمد رضا"[2] ...الخ۔

۷- مولانا ضیاء الدّین احمد مہاجر مدنی[3] نے فرمایا: "امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ دین وملّت، منفرد ویکتائے زمانہ، امامِ ہُمام، علاّمہ شاہ عبد المصطفیٰ احمد رضا قدّس سرّہٗ بالیقین اس صدی کے مجدِّد، فی الواقع اسلام کے ستون اور پابندِ سنّت تھے، سیّدنا "اعلیٰ حضرت "عظیم البرکت اپنے اوصافِ دِینیہ وخدماتِ علمیہ اور عظیم تجدیدی کارناموں سے موصوف ایک بطلِ جلیل تھے"[4]۔

جس طرح عالمِ اسلام کے ان علمائے کرام نے آپ کی عظمت وامامت اور آپ کے مجدّد ہونے کا اقرار کیا، ایسے ہی ہندوپاک کے جلیل القدر علمائے اہل سنّت نے بھی آپ کے ان اوصاف کا اعتراف کیا۔ جن حضرات کو تفصیل درکار ہو وہ "الدّولة المكّيّة"، "حسام الحرمين" اور "الصّوارم الهنديّة"[5] کی تقریظات، و"حياة الموات في بيان سماع الأموات"، "فتاوى الحرمَين برَجف ندوة المين" اور امام احمد رضا کی دیگر تصنیفات ملاحظہ فرمائیں۔

---

(۱) شیخ سیّد موسی بن علی شامی (۱۳۳۱ھ/1913ء میں زندہ) ملکِ شام کے باشندہ تھے، اور جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی، پھر مدینہ منوّرہ ہجرت کر آئے۔ فقہ مالکی کے عالم اور مسجدِ نبوی میں مدرّس تھے۔ ("تاریخ الدّولة المكّية" صـ۱۲۴ ملتقطا)۔

(۲) "الدّولة المكّية" جلائل التقريظات، تقريظ۳۹: الشيخ موسى بن علي الشّامي الأزهري الأحمدي الدرديري المدني، صـ۳۵۲.

(۳) مولانا ضیاء الدّین احمد قادری مدنی، متحدہ ہندوستان کے ضلع "سیالکوٹ" میں 1879ء/۱۲۹۷ھ کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبد العظیم تھا۔ آپ کا نسبی سلسلہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، آپ کے اجداد میں مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی بہت ہی معروف عالم گزرے ہیں۔ لاہور سے حصولِ علم کے بعد حضرت محدّث وصی احمد سورتی سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت نے آپ کو سلسلے میں داخل فرماتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی، ۱۳۱۸ھ میں بغداد شریف کا قصد کیا جہاں آپ ۹ برس تک رہے اور کئی بزرگوں سے فیض یاب ہوتے رہے جن میں: شیخ حسین الحسنی الکُردی، شیخ مصطفی القادری، شیخ شرف الدّین وغیرہم سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی، وہاں سے مدینہ منوّرہ پہنچے اس وقت وہاں حکومت سلطنتِ عثمانیہ قائم تھی، آپ نے یہاں لگ بھگ ۷۰ برس گزارے جہاں ہزاروں علماء ومشائخ سے ملاقات ہوئی اور ہر کوئی عالم جو مدینہ منوّرہ پہنچتا وہ آپ سے ضرور شرفِ ملاقات پاتا۔ آپ نے طویل عمر پائی اور ۱۴۰۱ھ/1981ء کو مدینہ پاک ہی میں وصال ہوا اور جنّت البقیع میں حضرت فاطمة الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارِ مبارک سے چند قدم آگے آپ کو دفنایا گیا۔ ("تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت" صـ۱۴۰-۱۴۳ ملتقطا)۔

(۴) دیکھیے: مقدّمہ "الفضل الموهبي" صـ۱۶، ۱۷.

(۵) "الصّوارم الهنديّة": مناظرِ اسلام علاّمہ حشمت علی خان لکھنوی (ت ۱۳۸۰ھ) کی تالیف ہے، جس میں انہوں نے ہندوستان کے علمائے اہلِ سنّت کی تصدیقات اور "حسام الحرَمین" پر ان کی تقریظات کو جمع فرمایا۔

یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ اکابرِ دیوبند میں مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی خلیل انبیٹھوی، مولوی محمود الحسن دیوبندی اور مولوی انور شاہ کشمیری نے امام اہل سنّت علیہ الرحمۃ کا زمانہ پایا، مگر ان میں سے کوئی بھی آپ کی کسی ایک کتاب کا علمی و تحقیقی جواب نہ دے سکا، ع

تیرے اَعداء میں رضا کوئی بھی منصور نہیں　　　بے حیاء کرتے ہیں کیوں شور بپا تیرے بعد

امامِ اہل سنّت سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا قلمِ حقیقت

کلکِ رضا ہے، خنجرِ خونخوار برق بار　　　اعداء سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں

کہ رضا کا قلم گستاخانِ رسالت اور منکرینِ شانِ نبوّت کے لیے خنجرِ خونخوار ہے، جب چلتا ہے تو بجلیاں گراتا ہے، کہ اَعدائے دین اپنی خیر منائیں۔ امامِ اہل سنّت، مجدّدِ دین و ملّت نے جو کچھ لکھ دیا، اس کا جواب کون کہاں سے لائے گا! ۔ سرکار اعلیٰ حضرت نے اہلِ توہین و اہلِ تنقیص دشمنانِ صحابۂ کرام، و منکرینِ اہلِ بیت، و مُعاندینِ اولیاء اللہ کی جو علمی و تحقیقی گرفت فرمائی، اور جس انداز سے شرعی اَحکام واضح فرمائے، ان کا مدِّ مقابل و حریف اور مخاطب ہزار کذب بیانیوں، اور دروغ گوئیوں سے کام لے، مگر حقیقت نہیں چھپا سکتا؛ کیونکہ ع

پڑ گیا ہے پشت پر اَعداء کے اب کیا جائے گا　　　تیرے کوڑے کا نشاں احمد رضا خاں قادری

چیر کر اَعداء کا سینہ دل سے گزری آر پار　　　تیرے نیزے کی سناں احمد رضا خاں قادری

سب سے بڑی فیصلہ کن بات یہ، کہ امامِ اہل سنّت سیّدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف، یہ نت نئے مصنّفین و خود ساختہ مناظرین نے ہزاروں اِلزام تراشیوں کے طوفان اٹھائے، مگر آپ پر کوئی شرعی حکم، شرعی فتویٰ نہیں لگا سکے۔ ہزار اِلزام تراشیوں کے باوجود آپ کو مؤمن، مسلمان، صاحبِ ایمان اور عاشقِ رسول مانتے رہے۔ آپ کی اقتداء میں نماز کو جائز قرار دیا، آپ کے عقیدت مندوں، آپ کے متّبعین کو مسلمان جانا اور مانا۔ اس کا واضح و ناقابل تردید ثبوت اور مدلّل شواہد متعدّد تصانیف میں اشرف علی تھانوی، خلیل انبیٹھوی، رشید احمد گنگوہی، انور کشمیری، ادریس کاندھلوی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، منظور سنبھلی، مفتی عزیز الرحمن، مفتیٔ اعظم دیوبند خیر محمد جالندھری، ثناء اللہ امرتسری فاضلِ دیوبند غیر مقلّد وغیرہم کی مستند و معتبر کتب و رسائل اور فتاویٰ کی صورت میں موجود ہیں۔ جب سیّدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو مؤمن، مسلمان، عاشقِ رسول مان لیا، آپ کی اقتداء میں جوازِ نماز کا قول کیا، تو جملہ اعتراضات والزامات خود بخود کالعدم ہوگئے، اور ان کی کوئی حیثیت و اہمیت باقی نہ رہی۔

مسئلۂ توہین و تکفیر

یہاں پر ایک بات یہ بھی یاد رہے کہ ہمارا حریف و مدِّ مقابل گروہ، سیّدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ایمان و اسلام اور علم و فضل کی شہادت دینے، اور اقرار کرنے کے باوجود "تحذیر الناس"، "براہینِ قاطعہ"، "حفظ الایمان"، فتویٰ اِمکان و وقوعِ کذب کی توہین و تنقیص آمیز گستاخانہ عبارات پر، مجدّدِ اعظم سیّدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دیے ہوئے حکم شرعی سے بہت نالاں ہے، اور امام اہل سنّت علیہ الرحمۃ پر

(معاذاللہ) تکفیرِ مسلمین کا اِلزام بھی لگاتے ہیں، حالانکہ ان حضرات پر تکفیر کا حکمِ شرعی دینے والے، سیّدنا اعلیٰ حضرت تنِ تنہا نہیں، بلکہ "حُسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" ملاحظہ ہو! حرمین شریفین اور برصغیر پاک وہند کے سینکڑوں خدا ترس علماء نے ان توہین آمیز عبارات پر کفر کا حکم دیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اگر توہین نہ ہوتی، تو تکفیر بھی نہ ہوتی ہے، ع

نہ توہین ہوتی، نہ تکفیر ہوتی　　رضا کی خطا اس میں بتلاؤ کیا ہے؟!

آپ ہی وہ عظیم عبقری شخصیت ہیں، جن پر دنیا بھر کے تقریبًا دو ۲ درجن سے زائد لوگ، ڈاکٹریٹ (P.H.D) کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں، اور کئی حضرات آج بھی مختلف جامعات (Universities) میں امام اہل سنّت علیہ الرحمۃ پر ایم، فل (M PHIL) اور پی، ایچ، ڈی (P.H.D) کررہے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں چند دہائیوں میں شاید ہی کسی شخصیت پر اس قدر کثرت سے تحقیقی کام ہوا ہو۔ آپ نے پوری زندگی شریعتِ محمدیّہ کی پیروی اور سنّتِ مصطفی کی ترویج واشاعت میں بسر کی۔ اس کا صلہ یہ ہے کہ آج عالم میں آپ کا اور آپ کی علمی خدمات کا چرچا ہو رہا ہے، آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے، جنہیں اہلِ علم ودانش کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔

مدح وثنا خوانی میں آپ کا مقام ومرتبہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اس پیکرِ حق وصداقت، حاملِ علم ومعرفت کا نام ہے، جسے ﴿عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾[1] (ہم نے اسے اپنا علمِ لدُنی عطا کیا) کی تعبیر، اور ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾[2] (اللہ تعالی سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں) کی تصویر، اور ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾[3] ("پختہ علم والے) کی تفسیر کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ مدح وثنا خوانی میں آپ حافظ شیرازی، امام بوصیری وجامی کا سا مقام رکھتے ہیں، بلکہ اگر آپ کو "حسّان الہند" کہا جائے تو اس میں ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا۔

مجدّدِ اعظم سیّدی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدّس سرّہ پر پوری دنیا میں تحقیقی کام جاری ہے، اور آپ کے علمی کارناموں کو سراہا جارہا ہے۔ جن بڑی بڑی شخصیات نے امام اہل سنّت جیسی عظیم ہستی پر قلم اٹھایا، ان میں ایک کا نام پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمۃ ہے، جو ایک معروف علمی شخصیت تھے، آپ علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت قدّس سرّہ پر جو تحقیقی کتب تصنیف فرمائیں، ان سے پوری دنیا حضرت مسعودِ ملّت علیہ الرحمۃ کی علمی وتحقیقی قدر ومنزلت کی معترف ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے امام احمد رضا قدّس سرّہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ امام احمد رضا قدّس سرّہ پر آپ کی ۳۰ سے زائد تصانیف، اور ۷۰ سے زائد تحقیقی مقالات ومضامین چھپ چکے ہیں۔ آپ عرصۂ دراز تک "ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا" کراچی کے سرپرست اعلیٰ بھی رہے[4]۔

---

(١) پ١٥، الكهف: ٦٥.

(٢) پ٢٢، فاطر: ٢٨.

(٣) پ٣، آل عمران: ٧.

(۴) "ماہنامہ تحفظ" مئی 2009ء، امام احمد رضا خان اور مسعودِ ملت، ۲۹۔

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی خدمات، اور ان کے بارے میں ہونے والے عظیم کاموں، اور آپ کی شخصیت پر علماء ومشائخ اور مخالفین کے تاثرات، آپ کی قومی اور عالمی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں ع

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں[۱]

دعاگو ودعاجو

محمد اسلم رضا میمن شیوانی تحسینی

مدیر ادارۂ اہل سنّت کراچی-پاکستان

مفتیٔ حنفیہ سرکاری فتوی سینٹر ابو ظبی-امارات

(۱) "تجلیاتِ امام احمد رضا" از مولانا امانت رسول قادری، مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی، ص۹۰۔